روزنامہ
الفضل
ربوہ
فون: ۴۴۹
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
ایڈیٹر: نسیم سیفی

جلد ۷۲/۳۹ | جمعرات ۲۷ رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ ۴ ہجرت ۱۳۶۸ ہش ۴ مئی ۱۹۸۹ء | نمبر ۱۰۲

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اخبار احمدیہ

سیدنا حضرت اقدس مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارے میں آمدہ اطلاع کیمطابق پیارے آقا کی صحت خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہے اور حضور تمام احباب کو محبت بھرا اسلام بھجواتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے محبوب امام کی ہر لمحہ تائید و نصرت فرمائے اور ہر مرحلے پر معجزانہ کامیابیاں عطا کرے اور حضور کو جلد کامیاب و کامران مرکز سلسلہ میں لائے۔

عید کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں

اس سے ان کو بے انتہا لذتیں حاصل ہوں گی۔ یہ حقیقی عید ہے

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات

"آج اگر آپ عید منانا چاہتے ہیں تو اپنی عبادتوں میں لذت ڈھونڈیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حضور پہلے سے بڑھکر دعائیں کریں اور اس سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے حضور پہلے سے زیادہ جھکیں پہلے سے بڑھ کر نمازیں پڑھیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کی عید کس شان کی عید ہوتی ہے۔ دنیا کی کسی اور قوم کو ایسی عید نصیب نہیں ہوگی جیسا کہ احمدی عید منا رہا ہوگا۔"

"عید کا دوسرا پہلو خدمتِ خلق ہے۔ غریب کے دکھ میں شریک ہونا اس کا دکھ بانٹنا اور اپنے سکھ اس کے ساتھ تقسیم کرنا یہ اور اس قسم کے دوسرے نیکی کے کام خدمتِ خلق سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آج کے دن امراء اپنے غریب بھائیوں کے گھروں میں جائیں اور وہ تحفے جو آپس میں بانٹتے ہیں ان میں اپنے غریب بھائیوں کو بھی شامل کریں۔ آپس میں بھی ضرور کچھ نہ کچھ بانٹیں۔ کیونکہ یہ حق ہے ذی القربیٰ کا بھی حق ہے۔ دوستوں کا بھی حق ہے۔ یہ حقوق بھی ادا ہونے چاہئیں۔"

"آج عید کی نماز کے بعد ضروری امور سے فارغ ہو کر اگر وہ لوگ جن کو خدا نے نسبتاً زیادہ دولت عطا فرمائی ہے زیادہ تمول کی زندگی بخشی ہے وہ کچھ تحائف لے کر غریبوں کے ہاں جائیں اور غریب بچوں کے لئے کچھ مٹھائیاں لے جائیں جو ان کے گھر میں زائد پڑی تھیں۔"

"کچھ وہ پھل پکڑیں کچھ مٹھائیاں گھر سے اٹھائیں، کچھ بچوں کے لئے جو ٹافیاں یا چاکلیٹ آپ نے رکھے ہوئے تھے وہ لیں اور بچوں سے کہیں۔ آؤ بچوں! آج ہم ایک اور قسم کی عید مناتے ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو۔ ہم بعض غریبوں کے گھر آج دستک دیں گے ان کو عید مبارک دیں گے ان کے حالات دیکھیں گے اور ان کے ساتھ اپنے سکھ بانٹیں گے۔"

"اس طرح اگر آپ غریب لوگوں کے گھروں میں جائیں گے اور ان کے حالات دیکھیں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بعض لوگ ایسی لذتیں پائیں گے کہ ساری زندگی کی لذتیں ان کو اس لذت کے مقابل پر ہیچ نظر آئیں گی اور حقیر دکھائی دیں گی۔ کچھ ایسے بھی واپس لوٹیں گے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہوں گے اور وہ استغفار کر رہے ہوں گے اور اپنے رب سے معافیاں مانگ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! ان لوگوں سے ناواقفیت رکھ کر اور ان کے حالات سے بے خبری میں رہ کر ہم نے بڑے ناشکری کے دن کاٹے ہیں، ہم تیرے بڑے ہی ناشکر گزار بندے تھے نہ ان نعمتوں کی قدر کر سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں نہ ان نعمتوں کا صحیح استعمال جان سکے جو تو نے ہمیں عطا کر رکھی تھیں اور واپس آکر وہ روئیں گے۔ خدا کے حضور اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان آنسوؤں میں وہ اتنی لذت پائیں گے کہ دنیا کے قہقہوں اور مسرتوں اور ڈھول ڈھمکوں اور بینڈ باجوں میں وہ لذتیں نہیں ہوں گی۔ ان کو بے انتہا ابدی لذتیں حاصل ہوں گی اور زائل نہ ہونیوالے بے انتہا سرور ان کو عطا ہوں گے .... یہ ہے وہ عید جو درحقیقت سچے مذہب کی عید ہے۔"

(الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۸۸ء)

● مکرم خالد نصیر الدین صاحب ابن مکرم کرنل ڈاکٹر محمد رمضان صاحب (جو لمبا عرصہ غانا اور زیمبیا میں بطور ریڈیالوجسٹ کام کرتے رہے اور وہیں وفات پائی) کو دسمبر کے آخر میں ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔ پہلے اسلام آباد میں زیر علاج رہے۔ اب مزید علاج کیلئے ڈیٹرائیٹ (امریکہ) جا رہے ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ ممتاز بیگم صاحبہ (اسلام آباد) نے امانت الفضل کے طور پر مبلغ پانچ صد روپے بھجوائے ہیں اور تمام احباب جماعت اور بزرگان سلسلہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ انکے بیٹے مکرم خالد نصیر الدین صاحب کو کامل شفا عطا فرمائے۔ اور خیر و عافیت کے ساتھ واپس لائے۔

● میرے ماموں کرنل سید محمد امین صاحب کے دل کا کامیاب آپریشن ہو گیا ہے احباب جماعت سے درخواست ہے کہ دردِ دل سے دعا کریں کہ خدا انہیں صحت والی لمبی عمر عطا فرمائے۔ (سید رضوان منظور)

● میرے عزیز مکرم منیر احمد صاحب سنگ بلورہ لاہور مختلف عوارض کی بنا پر بیمار ہیں، احباب کرام سے عزیز موصوف کی صحت یابی کیلئے دعاؤں کی درخواست ہے۔
ظفر اللہ کارکن نظارت امور عامہ

● مکرم محترم شیخ عبدالوہاب صاحب امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد مورخہ ۲۸ اپریل بروز جمعہ کار کے ایک حادثہ میں زخمی ہو گئے ہیں۔ ان کی اہلیہ صاحبہ کو بھی چوٹیں آئی ہیں۔
محترم شیخ صاحب کی طبیعت اب پہلے سے بہتر ہے۔ احباب جماعت کی خدمت میں دونوں میاں بیوی کی کامل شفایابی کے لئے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔
(شیخ محمد سلیم دنیاپوری)
دفتر خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

اعلانِ تعطیل

عید الفطر اور اس سے اگلے دن دفتر الفضل میں تعطیل ہوگی لہذا دونوں دن پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ (مینیجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: مسعود احمد ۔ پرنٹر: قاضی منیر احمد: مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ مقام اشاعت: دارالنصر غربی ربوہ ۔ قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے

۴ ہجرت ۱۳۶۸ ہش ۴ مئی ۱۹۸۹ء

پاکستان اور احمدیوں کی دعائیں

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کے استحکام کے لئے ایک سو بیس ممالک سے بھی زیادہ ملکوں میں دعائیں ہو رہی ہیں ۔ اور یہ اس لئے کہ ہر احمدی چاہے وہ کسی ملک کا باشندہ ہو پاکستان کو اس لئے استحکام کی نظروں سے دیکھتا ہے کہ یہاں سے اسے پیغام ملا جس نے اسے ایک لڑی میں پرو دیا ایک فعال جماعت کا فرد بنا دیا ۔ وہ چاہتا ہے کہ یہ ملک مستحکم ہو خوش حال ہو اور اوروں کی خوشحالی کا باعث بنے اور اللہ تعالیٰ کی یہ عجیب شان ہے کہ دنیا کا کوئی بھی احمدی ایسا نہیں جس کے دل میں اس ملک کی محبت نہ جاگزیں ہو ۔ اور جو اگر یہاں جلسہ سالانہ کا انعقاد ہو تو یہاں آنے کو اور دنیا بھر کے احمدیوں کو ۔ جو وفود کی صورت میں یہاں آتے ہیں ۔ ملنے کی تڑپ نہ رکھتا ہو ۔

ہمیں اس بات سے غرض نہیں ہے کہ حکمران کون ہے ۔ کونسی پارٹی اکثریت میں ہے اور کونسی اقلیت میں ۔ مرکز میں کون ہے اور صوبوں میں کون ہے ۔ یہ تو سب عارضی باتیں ہوتی ہیں ۔ آج کوئی ہے اور کل کوئی ۔ حکومتیں بدلتی رہتی ہیں لیکن ملک قائم رہتے ہیں ۔ ملک کے لئے دعاؤں کے اندر ہی پارٹیوں اور ان کی حکومتوں کے لئے دعائیں شامل ہوتی ہیں اگر مرکز کمزور ہو یا صوبے کمزور ہوں تو ملک مستحکم کیسے ہو سکتا ہے خصوصاً ان جغرافیائی حالات میں جن میں ہمارا پاکستان ہے ۔ بیرونی طاقتیں تو حکومت کی کمزوری کو دیکھتی ہیں اور وار کرنے سے گریز نہیں کرتیں ۔

پس جیسا کہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے بارہا فرمایا ہے ہم سب کو انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور بھی پاکستان کے لئے دست بدعا رہنا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ یہاں کے لوگوں کو خوشحال رکھے آزاد رکھے اور آباد رکھے حکومت کرنے والی پارٹیوں کو بیش از بیش بصیرت سے نوازے ۔ ان کی خامیوں کو دور کرے ۔ ان کی کوتاہیوں کو معاف کرے اور ان کے دلوں کو حوصلہ اور مضبوطی عطا کرے ۔ انہیں اس بات کی توفیق دے کہ بلا امتیاز مذہب و ملت وہ سب کے خیر خواہ ہوں تاکہ سب ان کے خیر خواہ ہوں ۔ وہ ایسے قانون بنائیں جو ملک کا نام روشن کرنے والے ہوں ۔ جن کو دیکھ کر دوسرے ممالک عش عش کر اٹھیں اور ان قوانین کو بہتر جان کر اپنے ہاں بھی لاگو کرنا چاہیں ۔ ہم سب کی دعاؤں کا محور پاکستان ہے

دور و نزدیک کی تفریق مرا کام نہیں
یہ سفر وہ ہے کہ جس کا کوئی انجام نہیں
مَیں تو ہر لحظہ رواں رہتا ہوں مانند صبا
کیا مرا نام بھی ایسا ہی کوئی نام نہیں

ابوالاقبال

میری غزلیں میری نظمیں میرے سُندر گیت
پیاروں کے ہیں پیار کے مظہر میتوں کے ہیں میت

اپنے لال گلابی آنسو کر دو ان کے نام
جن کے دل کی دھڑکن سے بھی ملتا ہے پیغام

جو پردیس میں لمحہ لمحہ دینِ حق پھیلائیں
جو ہر ایک کی خدمت کر کے اپنے دکھ بہلائیں

جن کو دنیا بھر کی فکریں رکھتی ہیں بیدار
جن کے آنسو اور دعائیں جھلمل کرتے ہار

جنکی باتیں بات کی تہ تک لے جاتی ہیں دل کو
جن کی نگہِ لطف کی کرنیں اجلاتی ہیں دل کو

جن کا پیار سُلگتی آگ اور ٹھنڈک کا سرمایہ
جنکا دستِ شفقت جلتی دھوپ میں سر پر سایہ

جن کے نام سے وابستہ ہے چین زمانے بھر کا
جن کے ملنے سے ملتا ہے رستہ اپنے گھر کا

جن کی آہوں میں ہر شخص کی آہیں ضم ہو جائیں
دنیا بھر کے دکھ اور درد اُنہیں کا غم ہو جائیں

مَیں تو آج نسیم لکھوں گا اپنے من کی بات
میرے دوہے میں آئی ہے یادوں کی بارات

نسیم سیفی

ہومیو ڈاکٹرز کے لئے خدمت کا نادر موقعہ

افریقہ میں ہومیو پیتھک ہسپتال اور کالج کھولنے کے لئے ہمیں ایسے ہومیو ڈاکٹرز کی فوری ضرورت ہے جو انگریزی زبان میں کام کر سکتے ہوں ۔ ایسے احباب اپنے کوائف مقامی امیر جماعت سے تصدیق کروا کر جلد بھجوا دیں ۔

(سیکرٹری مجلس نصرت جہاں ۔ ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

محترم مولانا محمد منور صاحب سابق مربی سلسلہ مشرقی افریقہ

میرے محترم اساتذہ

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری

قسط اوّل

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری جامعہ احمدیہ قادیان میں پروفیسر مقرر ہونے سے پہلے تحریر و تقریر اور دعوۃ و مناظرہ کے میدانوں میں نام پیدا کر چکے تھے۔ ان کی یہ لیاقتیں ہم سب کے لئے باعث فخر تھی۔ وہ ہمیں علم کلام پڑھاتے تھے۔ کبھی کبھی سبق کے بعد۔ ان کے گھریلو معاملات کے متعلق بھی بات چل نکلتی۔ انہوں نے پہلی شادی اپنے خاندان میں کی تھی۔ اس بیوی کی وفات کے بعد دوسری شادی خاندان سے باہر ہوئی۔ ایک دفعہ ہم نے بلا تکلف سوال کر ڈالا کہ آپ کے تجربہ کے مطابق اپنے رشتہ داروں میں شادی بہتر ثابت ہوتی ہے یا غیر رشتہ داروں میں حضرت مولانا صاحب نے نہایت عارفانہ جواب دیا کہ اگر خدا تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو تو دونوں قسم کی شادیاں ہی کامیاب ہوتی ہیں۔

اس وقت تو اس جواب کا پورا ادراک نہیں تھا۔ بعد میں جب اپنے آپ پر بھی واردات گزری اور ایک ہی وقت میں دو بیویوں سے نبھاہ کرنا پڑا۔ جن میں سے ایک غیر رشتہ دار اور دوسری رشتہ دار تھیں۔ تو یہ نکتہ صحیح طور پر سمجھ میں آیا۔ اب یہ بات ایک دائمی حقیقت کے طور پر میرے دل میں جاگزیں ہو چکی ہے کہ شادی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوتی ہے۔ اس لئے شادی شدہ جوڑے کو ہمیشہ اپنی توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رکھنی چاہیئے۔ اور اس کی رضا جوئی کو مقدم رکھنا چاہیئے ورنہ ایک شادی بھی بلائے عظیم اور عذاب الیم بن جاتی ہے۔

حضرت مولانا صاحب اپنے شاگردوں کو ظاہری معاملات میں بھی ایک نمونہ بنانا چاہتے تھے۔ لباس، بالوں اور ظاہری رکھ رکھاؤ کے بارہ میں بھی نصیحت فرماتے رہتے تھے۔ طالب علم کا ننگے سر کلاس میں آنا انہیں گوارا نہیں تھا۔ ہمارے بعض شوقین طلباء اسے سختی سے تعبیر کرتے تھے۔ لیکن مجھے آپ کی کوئی نصیحت ناگوار معلوم نہیں دیتی تھی۔ ان کی تمام باتیں میرے لئے قیمتی سرمایہ حیات بن گئیں ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے کسی دوست و دشمن کو ہم پر حرف گیری کرنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

حضرت مولانا صاحب مولوی فاضل کی کلاس کے بعد درجہ ثالثہ اور درجہ رابعہ میں بھی ہمیں پڑھاتے رہے۔ جب ہم درجہ رابعہ کا امتحان دے چکے انہوں نے مشورہ دیا کہ ہم قادیان سے باہر جا کر بعض علماء سے ملیں۔ پہلے ہمیں وہ امرتسر لے گئے۔ اور وہاں مولوی ثناء اللہ صاحب سے ہماری ملاقات کروائی۔ مولوی صاحب بہت خوشگوار موڈ میں تھے۔ طبیعت میں مزاح تھا۔ بات مختصر ہوئی مگر ان کی باتوں سے ایمان میں مضبوطی اور تازگی پیدا ہوئی۔ جب بھی ان کی باتیں یاد آتی ہیں تو انشراح اور انبساط کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

جناب مودودی صاحب سے ملوانے وہ ہمیں جمال پور (پٹھانکوٹ) لے گئے ان سے گفتگو علمی اور سنجیدہ قسم کی تھی۔ لیکن وہ بھی یادگاری تھی۔ میں نے اس سے ہمیشہ حظ اٹھایا ہے۔ اور احباب کے سامنے ان باتوں کو بیان کر کے انہیں بھی کئی بار محظوظ کیا ہے۔

شاگرد اپنے اساتذہ سے متاثر تو ہوتے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا صاحب کی طبیعت سے مجھے خاص انس بلکہ یگانگت اور یکسانیت پیدا ہو گئی تھی۔ بعد میں کئی دوستوں نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارۃً توجہ دلائی۔

۱۹۷۲ء میں جب میں اپنے عرب بھائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کیلئے گیا تو پرانے بزرگوں نے خوشی کے انداز میں بیان کیا کہ آپ نے استاذ ابوالعطاء کی یاد تازہ کر دی ہے۔

ایک بار میں نے عرب دوستوں کو دعوت الی اللہ کا دن مقرر کرنے کو کہا انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو استاذ ابوالعطاء کے وقت میں ہوا کرتا تھا۔ اب نہیں ہو سکتا۔ میں نے انہیں یقین دلایا اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ آمادہ ہو گئے۔ سات گروپوں میں بزرگوں، نوجوانوں اور بڑے بچوں کو تقسیم کر کے باہر بھجوایا گیا۔ صبح سے شام تک وہ اپنی کاروں میں شہروں اور دیہات میں پھر کر لٹریچر تقسیم کرتے اور دینی باتیں کرتے رہے۔ شام کو جب ہم اکٹھے ہوئے تو سب کے چہرے خوشی سے تمتما رہے تھے۔ لوگوں نے خندہ پیشانی سے سب کو خوش آمدید کہا۔ باتیں سنیں اور لٹریچر کی قیمت زبردستی یہ کہتے ہوئے دی کہ ہمیں معلوم ہے کہ یہ کتب و رسائل مفت نہیں چھپتے۔ اس لئے ہم مفت نہیں لیں گے۔ دوستوں کی ہمت اس یک روزہ دورہ سے اتنی بلند ہوئی کہ دو ماہ بعد پھر میں نے اسی طرح لٹریچر تقسیم کرنے کیلئے بھجوا دیا۔ یہ دورہ بھی کامیاب رہا اور مالی منفعت کا بھی موجب ہوا۔

بعد میں جب حضرت مولانا صاحب نے ماہنامہ "الفرقان" کی اشاعت شروع کی تو مجھے مضامین لکھنے کے لئے ارشاد فرماتے۔ اور جب بھی کسی جلسہ اور مجلس ارشاد میں سنانے کے لئے کوئی مقالہ لکھتا تو مجھ سے وہ مقالہ لے کر اسے اپنے ماہنامہ میں شائع فرماتے۔ ان کی حوصلہ افزائی اور محبت جو بعد میں دوستی کا رنگ اختیار کر گئی تھی بہت یاد آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے اور ہمیں ان کی نیکیوں کا وارث بنائے۔

حضرت حافظ مبارک احمد صاحب ہمارے حدیث کے پروفیسر تھے جید عالم تھے اور علم حدیث کے بارہ میں متقدمین نے جس قدر تصانیف کی ہیں اور شروح لکھی ہیں سب سے واقف تھے۔ حافظہ اتنا اچھا تھا کہ حدیث کی تشریح بیان کرتے وقت پرانی کتب کے حواشی تک آپ زبانی بیان فرماتے۔ اور مختلف علماء احادیث کی آراء الگ الگ سند کے ساتھ بتاتے۔

حضرت چوہدری علی محمد صاحب بی۔اے بی۔ٹی ہیں۔ دیوان غالب پڑھاتے تھے۔ چونکہ خود بھی شعر گوئی میں مہارت رکھتے تھے۔ اس لئے کبھی کبھی اپنے اشعار بھی سناتے تھے۔ اس سے مضمون کھل کر سامنے آ جاتا تھا۔

محترم ملک صلاح الدین صاحب ایم اے انگریزی کے پروفیسر تھے۔ دسویں جماعت کا یونیورسٹی کا نصاب پڑھاتے تھے۔ میں چونکہ ایف اے پاس کر کے آیا تھا اس لئے دسویں کی کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ تاہم ان کے علم سے استفادہ دیر تک کرتا رہا۔ انہوں نے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض رفقاء کے حالات زندگی بڑی کاوش سے جمع کئے تھے جو نہایت ایمان افروز ہیں۔ تقسیم ہند کے بعد وہ قادیان ہی میں رہ کر خدمت کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ساری جماعت کو ان کی مساعی جمیلہ کے شیریں ثمرات سے متمتع فرمائے۔

محترم جناب شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔اے۔بی۔اے (آنرز) سے ہم نے عربی ادب پڑھا۔ آپ بہت دعاگو، خاموش طبع اور محنتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے طویل عرصہ تک آپ کو جماعت کی خدمتگی مختلف حیثیتوں میں توفیق عطا فرمائی ہے۔ آپ ہمارے ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ بھی رہے اور تربیت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت حافظ صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ہمارے پرنسپل تھے اور محترم خالد صاحب وائس پرنسپل تھے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب کے سپرد اور بھی کام تھے۔ اس لئے زیادہ تر فرائض جناب محترم خالد صاحب ہی سرانجام دیتے تھے۔ انہیں پرنسپل صاحب کا پورا اعتماد حاصل تھا بچپن سے دوستانہ تعلقات بھی تھے۔ لہٰذا ہر یک جان دو قالب والی کیفیت تھی۔

محترم خالد صاحب حضرت پرنسپل صاحب کے ادب کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ بعض دفعہ ہنسی مذاق میں حضور ان سے دل لگی بھی کر لیتے۔ مگر دوسری جانب سے ہر وقت احترام ملحوظ خاطر رہتا تھا۔ ان کی یہ ادا مجھے بہت پسند تھی۔ یقیناً یہ بات سبق آموز بھی ہے۔

یہ پاکیزہ دوستی اس رنگ میں بھی ظاہر ہوئی کہ جب حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایم۔اے (آکسفورڈ) کو تعلیم الاسلام کالج کا پرنسپل مقرر کیا گیا تو محترم خالد صاحب بھی کالج کے سٹاف میں شامل ہو گئے۔ اور جب حضور کو صدر انجمن احمدیہ کا صدر مقرر کیا گیا تو محترم خالد صاحب بحیثیت ناظر المال (آمد) صدر انجمن میں منتقل ہو گئے۔

جاری ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کریم ظفر ملک صاحب ۔ واشنگٹن امریکہ

امۃ السبوح کی یاد میں

میری رفیقۂ حیات

"شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میرؔ
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا"

حیات و ممات کا سلسلہ نظام قدرت کا سربستہ راز ہے جس کی خفیف سی حقیقت تک بھی انسان کی رسائی نہیں ۔ جو آتا ہے اس نے جانا بھی ہے ۔ یہ کشمکش تو ازل سے ہے اور یونہی جاری رہے گی ۔ لیکن بعض دفعہ موت ایسا روپ دھارتی ہے کہ گلستانِ حیات اجڑ کر رہ جاتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ زندگی ایک خواب تھا جو دیکھا وہ ایک افسانہ تھا کہ ابھی آدھا بھی نہ سن پائے تھے کہ سب کچھ بکھر گیا ۔ دل اور دماغ کی دنیا درہم برہم ہو گئی ۔ پتہ ہی نہ چلا کہ کہاں تھے اور کہاں آن پہنچے ۔ ماضی کی حسین یادیں جب قصۂ پارینہ بن جائیں تو رونے کو دل چاہتا ہے امۃ السبوح میری رفیقۂ حیات کی موت پر ہم بھی روئے اور دل کھول کر آنسو بہائے ۔ لیکن چین اب تک نہیں آیا ۔ یہ تعلق خاطر بھی عجیب چیز ہے کوئی وقت ہوتا ہے کہ اس کا کہیں کوسوں تک وجود بھی نہیں ہوتا ۔ لیکن جونہی شادی کے بندھن کی پکڑ آتی ہے ایک دنیا بدل جاتی ہے اپنے ساتھ ایک دوسری ہستی کا خیال دامن گیر ہو جاتا ہے ۔ سوتے جاگتے ۔ گھر میں ۔ گھر سے باہر ایک انجانا سا خوف دل پر سوار رہتا ہے کہ کہیں کوئی رخنہ نہ پڑ جائے ۔

"نظر لگے نہ کہیں اس کے دست بازو کو
یہ لوگ کیوں میرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں"

جانے والی تو چلی گئی لیکن اپنے پیچھے بہت سے سوگوار چھوڑ گئی کہ شاید برسوں جدائی کا غم نہ بھول سکیں ۔ چار معصوم بچے ہیں ۔ جن میں سے دو تو ایسے ہیں کہ ابھی پوری طرح سمجھ بھی نہیں پائے کہ ماں کو ہوا کیا ہے ۔

واشنگٹن سے لاہور تو پہلے بھی کئی دفعہ گئی تھی لیکن وہاں سے فون پر بات ہو جایا کرتی تھی اور پھر چند ہفتوں کے بعد واپس آجاتی تھی ۔ لیکن اب ایسی گئی ہے کہ بات تک کرنے کی روادار نہیں ہے اور نہ ہی واپس آنے کا نام لیتی ہے ۔ ماں سے جدائی کے اثرات ان معصوموں پہ کیا ہوں گے اور یہ پہاڑ سی زندگی اس کے بغیر کیسے گزرے گی ۔ رہا میں تو میری رفیقۂ حیات کی موت میرے لئے کوئی معمولی حادثہ نہیں ۔ کبھی وہم و گمان بھی نہ تھا کہ وہ ہمیں اس طرح روتا چھوڑ کر چلی جائے گی ۔ وہ جو میری آنکھ میں معمولی سی نمی دیکھ کر بے چین ہو جایا کرتی تھی حیرت ہے آج آنسوؤں کا دھارا دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوئی ۔ شاید اس عالم ہست و بود کا یہی دستور ہے ۔

ہمارے تعلقات محترم میجر عبدالرحمٰن مغل صاحب سے تو بہت پرانے تھے ۔ ان کے والد حضرت عبدالعزیز صاحب مغل رفیق بانیٔ سلسلہ ۔ سے ہمارے والد حضرت مولوی ظہور حسین صاحب سابق مربی روس و بخارا سے بہت پرانے محبت والے تعلقات تھے ۔ جب والد صاحب (۱۹۳۳ء کی بات ہے) لاہور میں متعین تھے جب سے اس خاندان سے دوستی تھی اور پھر ۱۹۷۰ء میں میری چھوٹی بہن طیبہ ظفر کی نظر انتخاب ان کی صاحبزادی امۃ السبوح پہ پڑی ۔ ان دنوں میں کوپن ہیگن میں تھا اور پھر بفضل تعالیٰ ۱۹۷۲ء میں نکاح ہو گیا اور اس کے ایک سال بعد امۃ السبوح امریکہ آگئی ۔ میرے گلشن حیات میں بہار آگئی زندگی کے ہر موڑ پر اس نیک طینت و نیک فطرت خاتون نے میرا ساتھ دیا اور ہر دکھ درد میں میرا ہاتھ بٹایا ۔

اپنے اعلیٰ کردار و اطوار سے ، عادات و اخلاق سے گھر کے ماحول کو خوشگوار رکھا ۔ قناعت و صبر اور مہمان نوازی کی مرقع خاتون نے ہر خویش و بیگانہ کے دل جیتے ۔ میرا حلقۂ احباب کافی وسیع ہونے کی وجہ سے اکثر اوقات دوست اقارب گھر پہ تشریف لاتے اور بسا اوقات ہمارے ہاں ہی قیام کرتے ان سب کی خاطر تواضع خندہ پیشانی سے کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کی اور نہ کبھی کوئی حرفِ شکایت زبان پہ آیا اور نہ ماتھے پر شکن ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے چار بچے عطا فرمائے ۔ ان کی احسن طریق پر پرورش کرتے اور عین دینی ماحول میں پروان چڑھانے میں سعی پیہم کرتی رہی ۔ بچوں کے حفظانِ صحت اور روحانی و اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تدریس کا باقاعدہ اہتمام کیا اور ان کی خداداد صلاحیتوں کو پروان چڑھانے میں ہمہ تن مصروف رہیں اور عملی نمونہ پیش کیا ۔ صوم و صلوٰۃ کی پابندی کی ۔ تاریخ احمدیت بچوں کو کہانیوں کی صورت میں بتانے میں خاص ملکہ تھا ۔ بچوں کو جماعت کے پروگرام میں ساتھ لے جا کر تربیتی مواقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیئے ۔

۱۹۸۶ء میں باہمی فیصلہ کیا کہ چند سالوں کے لئے لاہور جا کر رہائش اختیار کر لیتے ہیں تاکہ بچوں کو ہماری تہذیب و روایات ، رسم و رواج اور طرز بود و باش سے آشنا ہونے کے مواقع ملیں ۔ اور دینی معاشرہ سے استفادہ کر سکیں ۔ وہاں تعلیم القرآن و صلوٰۃ کا باقاعدہ انتظام رکھا گیا ۔ اور بچوں میں ایثار و قربانی کے جذبہ کو اجاگر کرنے کے لئے ہمیشہ بچوں کے ہاتھوں سے صدقہ و خیرات دلوائیں اور ہر سائل کی مدد انہی کے ہاتھوں سے کروائیں تا یہ طرز ان کی عادت میں ڈھل کر ان کی فطرتِ ثانیہ بن جائے ۔

بزرگوں کے تکریم و احترام اور اطاعت و فرمانبرداری کا اہم فریضہ بھی بذاتِ خود احسن طریق پر ادا کیا ۔ اور بچوں کو بھی یہی تعلیم و ترغیب دی ۔ تا اعلیٰ کردار کی تعمیر میں یہ پہلو بھی نمایاں ہو ۔ اور تشنگی نہ رہے ۔

پھر اچانک اس پرسکون اور خوشگوار حالات کو اس انکشاف نے بھونچال کی طرح ہلا دیا کہ میری ہمراز ، میری مونس سبوح کو لیوکیمیا LUKEMIA (بلڈ کینسر) نے اپنے ظلم کا نشانہ بنا لیا ہے ۔ یہ خبر خرمنِ توقعات پر بجلی بن کر گری ۔ ذہن تفکرات کی عمیق گہرائیوں میں کھو گیا ۔ ہر تدبیر بے اندازہ ہوتی دکھائی دینے لگی ۔ مصلحت کا شیرازہ منتشر ہو گیا ۔ یوں محسوس ہوا جیسے یکایک تنہائی کی صعوبتوں میں مجھے دھکیلا جا رہا ہو گلشن زیست کی تمام رعنائیاں مجھ سے چھینی جا رہی ہوں ۔ جیسے زندگی کا خواب ادھورا رہ گیا ہو ۔ چمنستان زیست ریت کے گھروندے کی مانند منہدم ہو رہا ہو ۔ بشریت کی کمزوریوں سے نہ جانے کن کن خیالات نے اعصاب میں ارتعاش پیدا کیا ۔ اور ذہن و دماغ کو جھنجوڑ کر رکھ دیا ۔ مگر معاً فضل خدا میرے سر پر سایہ فگن ہوا ۔ اور صبر جمیل کی حسین تعلیم نے قوت برداشت عطا کی اور "اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے" نے پریشان خیالی کو کافور کیا اور وحشت خیالی کے دوراہوں سے خلاصی بخشی اور فانوس صبر کو جھٹکنے سے پایہ ثبات میں لغزش آنے سے بچا لیا ۔ اور ہوش و حواس سے کام کرنے کی توفیق بخشی ۔ چند دنوں کے اندر واپس امریکہ بغرض علاج لے آیا ۔ اور فوراً ہسپتال میں داخل کرا دیا ۔ ماہر ڈاکٹروں کا علاج معالجہ باقاعدگی سے سال بھر ہوتا رہا ۔ اور ساتھ ہی عاجزانہ دعائیں کی گئیں ۔ اور تمام احباب جماعت سے کروائیں گئیں ۔ ان دنوں میری حالت زار چہرہ سے ہویدا تھی ۔ اور بارگاہِ ایزدی میں اتنے آنسو بہائے کہ شاید ساری زندگی میں اتنے آنسو نہ بہائے ہوں گے ۔ یہی آنسو اب میری زندگی کا قیمتی سرمایہ ہیں ۔ بچوں کے ہنستے مسکراتے کنول چہرے بھی مضمحل ہو گئے ۔ اور ان کا شور و غوغا اور شوخی کہیں گم ہو گئے تفکرات و سراسیمگی نے اپنے جال ان کے چہروں پر بچھا دیئے ۔ ماں کی مامتا کی غیر موجودگی نے انہیں ماہی بے آب سا کر دیا ۔ جب بھی ماں سے ملتے ان کے جسم میں جان پڑ جاتی گو مجسم دعا بن کر ماں کے پہلو میں کھڑے ہوتے ۔

۱۹۸۷ء میں جب حضرت امام جماعت (الرابع) ایدہ اللہ امریکہ تشریف لائے تو از راہ شفقت و عنایت ہسپتال عیادت کے لئے تشریف لائے تو اتنے درد سے دعا کرائی کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر تھی ۔ واپس جاتے ہوئے مجھ سے فرمایا کہ :۔

"آپ کی بیوی اتنے حوصلہ والی ہے کہ میں حیران ہو گیا ہوں"

اور بعد میں کئی مرتبہ اسی تاثر کا اظہار فرمایا کہ :۔

"میں نے بہت ہی کم بلکہ شاید ہی کوئی خاتون اتنے بلند حوصلہ اور صبر والی دیکھی ہو ۔ اور اتنا اللہ کا شکر ادا کرنیوالی ہے یہ بیچاری"

لندن واپس تشریف لے جانے کے بعد بھی حضور ایدہ اللہ متواتر سبوح کی خیریت دریافت فرماتے رہے ۔ اور کئی مرتبہ مجھ سے اور سبوح سے فون پر بات بھی ہوئی ۔ اور خطوط سے بھی خیریت دریافت فرماتے رہے ۔

حضور ایدہ اللہ کے دل میں جو احباب جماعت کا فکر و درد ہے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خط سے لگایا جا سکتا ہے ۔ یہ خط بیماری کے دوران آیا ۔ اس پر ۱۹ ۔ اپریل ۱۹۸۸ء کی تحریر درج ہے ۔ حضور نے تحریر فرمایا ۔

"آپ کی اہلیہ محترمہ کی بیماری نے جو یہ نیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رخ پلٹتا ہے سخت قابل فکر ہے۔ بڑی تشویش کے ساتھ دعا کر رہا ہوں لیکن ساتھ ہی آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جہاں مایوسی گناہ ہے اور دعا پوری دلجمعی اور یقین کے ساتھ کرنی چاہیئے وہاں دل کو ہر قسمت پر راضی برضا رہنے کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور تقدیر شر سے محفوظ رکھے۔"

جب سبوح کی وفات ہوئی تو حضور کے تعزیتی خط کے بعد یہ خط موصول ہوا یہ خط ۲۱ دسمبر ۱۹۸۸ء کا تحریر فرمودہ ہے اس میں فرمایا۔

"آئندہ جب نماز جنازہ پڑھاؤں گا تو آپ کی بیگم کو بھی شامل کروں گا۔ یہ میں خود اپنی خواہش سے کر رہا ہوں۔ میرے دل پر ان کی نیکی اور صبر و رضا کا گہرا اثر ہے اور بارہا ان کے لئے مغفرت اور بلندی درجات کی دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو بھی (ان) کی تمام خوبیاں اور آباء کی نیکیاں عطا فرمائے اور ہر آن حامی و ناصر رہے۔ ان کو میرا پیار دیں۔"

ایک مرتبہ حضور ایدہ اللہ سے ملنے لندن گیا تو میں نے اپنی رفیقۂ حیات اور بچوں کے لئے مودبانہ دعا کی درخواست کی تو حضور نے فرمایا کہ آپ کے بھانجے ملے تھے کیا وہ امریکہ میں آپ کے پاس رہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں حضور۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ آپ کی بیگم بہت نیک اور مہمان نواز ہے۔ واپس آکر اس کا ذکر میں نے امۃ السبوح سے کیا تو سن کر بہت خوش ہوئیں اور پھولے نہ سماتی تھیں کہ امام جماعت نے ان الفاظ میں اسے یاد کیا۔ حضور کی اطاعت اور خاندان بانی سلسلہ کی عزت و تکریم اُسکے دل میں جاگزیں تھی اور اسی اطاعت کا ثمر تھا کہ ہمیشہ گفتار و کردار میں اور عادات و اطوار میں اعلیٰ نمونہ پیش کرنے کی سعی جاری و ساری رہی۔

میری عزیز بڑی ہمشیرہ طاہرہ سمیع صاحبہ اہلیہ سردار عبد السمیع صاحب آف لاہور کے دو بڑے لڑکے میٹرک کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ آئے تو میرے ہاں قیام پذیر ہوئے اور دو ڈھائی سال رہے۔ اس دوران ان کی تمام تر ضروریات کا ہر طرح خیال رکھنے میں میری اہلیہ نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور حتی الامکان ایسے ہی سہولتیں فراہم کیں جیسے اپنے بچوں کے لئے انسان کرتا ہے۔ انہی دنوں میرے خسر صاحب۔ محترم و مکرم عبد الرحمٰن مغل صاحب بھی تشریف لے آئے تھے اور مجھے گمان گزرا کہ شاید ان سے ذکر کیا جائے کہ خواہ مخواہ مصروفیات و ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا ہے مگر اس خدا کی بندی نے بالکل اس کا تاثر نہ دیا۔ بلکہ ان کے والد صاحب کے دریافت کرنے پر بھی کہ بیٹی تم تھک تو نہیں گئیں، یہی جواب دیا کہ اپنے بچوں کی خدمت کرتے ہوئے بھی کوئی ماں تھکتی ہے۔

جولائی ۸۸ء کے بعد بیماری میں اضافہ ہو گیا۔

"مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

اور ڈاکٹر بھی بے بس معلوم ہو رہے تھے مشیت ایزدی کے آگے انسان بے بس تھا۔ ڈاکٹر بھی بے چارگی اور بے بسی کی تصویر بنے حالات کو دیکھتے رہے اور بے بسی سے کہنے لگے۔ اس بیماری کا علاج ابھی تک انسان دریافت نہ کر سکا۔ بس مہینوں کی بات ہے تب یہ سانحہ عظیم تمہیں برداشت کرنا ہوگا۔ میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ اس لمبی بیماری میں ایک دفعہ بھی کسی قسم کا کوئی گلہ شکوہ زبان پر نہ آیا اور صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور دعاؤں میں غفلت نہ برتی اور راضی برضا رہیں۔ عیادت مندوں کا تانتا لگا رہتا اور ہر ایک کے دریافت کرنے پر کہ سبوح کیسی ہے، یہی جواب ہوتا اللہ کا شکر ہے بہتر ہوں۔ میری والدہ صاحبہ جب سبوح سے ملنے جاتیں تو سبوح خود امی جان کی طبیعت دریافت کرتی اور اس بات کا افسوس ظاہر کرتی کہ وہ انکی خدمت کی بجا آوری نہیں کر سکتی۔ والدہ صاحبہ اسکی بلندی کردار اور دل سے نکلی ہوئی خواہشات و جذبات کو سُن کر آبدیدہ ہو جاتیں اور مریضہ کا ہاتھ تھام کر کہتیں کہ بیٹی بس تم جلد ٹھیک ہو جاؤ ہمیں تمہاری زندگی کی ضرورت ہے۔

۲۷ نومبر کی رات جوں جوں لمبی تو ہوتی گئی اور بوجھل ہوتی گئی توں توں مریضہ کی نبض ہلکی ہوتی گئی اور ڈوبتی چلی گئی۔ سانس کی تکلیف نے زور پکڑا اور بے ہوشی نے آن دبوچا۔ نرسوں کا بیان ہے کہ مریضہ کہا کرتی تھی کہ میں مرنے سے نہیں ڈرتی کیونکہ میرا عقیدہ ہے کہ ہر کسی نے مرنا ہے۔ مگر بشریت کے تقاضوں اور کمزوریوں سے مغلوب ہو کر ماں کی مامتا کی پیار بھری آنکھوں سے بچوں کی فکر میں آنسو ڈھلک پڑتے تھے۔

رات کے مہیب سائے گویا ٹھہر گئے۔ جون ساتھی کو اس حال میں دیکھ کر میں دل مسوس کر رہ گیا اور بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب امنڈ پڑا۔ مجھے متفکر دیکھ کر آنسوؤں سے علاج کرنے والی کا علاج میرے آنسو بھی نہ کر سکے۔ دل و دماغ اور جسم کے رگ و ریشہ نے سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں التجائیں کیں

؎ درد اتنا تھا کہ اس رات دل وحشی نے
ہر رگِ جاں سے الجھنا چاہا

کاش انسان اپنی زندگی کسی کو دے سکتا! تو میں اپنی زندگی دے کر اپنی سبوح کو موت کی کشمکش کے چنگل سے بچا لیتا۔ میرے بڑے بھائی مکرم ملک سلیم ناصر صاحب نیویارک سے، دوسرے بھائی مکرم نعیم طاہر ملک صاحب روچسٹر سے چھوٹی بہن قدسیہ، زیورک سے، دوسری بہن طیبہ ظفر پورٹ لینڈ سے۔ اور سبوح کی بڑی بہن امۃ الودود غفار لندن سے یہاں پہنچ چکے تھے۔ تمام عزیز و اقارب مریضہ کے بستر کے گرد جمع بارگاہ الٰہی میں دعائیں اور التجائیں کرتے رہے۔ مگر ؎

"چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے"

۲۸ نومبر صبح پانچ بجے کا عمل تھا جب میری رفیقہ حیات نے آخری سانس لیکر اس دار ابتلاء سے کوچ کیا اور مولائے حقیقی سے جا ملی۔

عین عنفوان شباب میں اس کا ساتھ چھوڑ دینا میرے لئے ایک ایسا خلاء پیدا کر گیا ہے۔ جسے پاٹنا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحم کے سوا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے استدعا ہے کہ اسکے درجات کو بلند کرے۔

۳۰ نومبر ۱۹۸۸ء کو مکرم و محترم شیخ مبارک احمد صاحب مربی انچارج امریکہ نے شام ۶ بجے یہاں نماز جنازہ پڑھائی جس میں سینکڑوں افراد نے شرکت کی اور بہت سے غیر از جماعت بھی جنازے میں شامل ہوئے۔

۳ دسمبر کو خاکسار موصوفہ کا جنازہ لیکر لاہور سے ہوتا ہوا ربوہ پہنچا۔ میرے ہمراہ میرے بڑے بھائی مکرم نعیم طاہر ملک صاحب اور میرا بیٹا نسیم احمد ملک تھے۔

۴ دسمبر کو بعد نماز عصر مکرم و محترم مولانا دوست محمد شاہد صاحب (مورخ احمدیت) نے بیت المبارک میں نماز جنازہ پڑھائی۔ تدفین کے بعد مکرم حضرت میاں روشن دین صاحب رفیق حضرت بانی سلسلہ نے دُعا کرائی۔

احباب کرام سے دردمندانہ درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ جانے والی پر بے شمار رحمتیں نازل کرے اور تمام لواحقین کو اس نقصان عظیم کے برداشت کرنے کی قوت اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور خاکسار کو بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت کرنے کی توفیق دے۔

بقیہ۔ آپ کا خط ملا

اور خطبات و خطابات کو روزانہ پڑھنے کی نیک اور بے حد مفید عادت کو اختیار کرنے کی توفیق دے اور اگر کسی دن کبھی کتب کے پڑھنے میں ناغہ (خدانخواستہ) ہو بھی جائے تو الفضل کا تازہ پرچہ اس کمی کو بہت حد تک دور کر دے گا۔ ان دنوں الفضل اتنا دلچسپ اور معلومات سے پر آ رہا ہے کہ آج کا پرچہ پڑھنے کے بعد دوسرے روز کے پرچے کا بیقراری سے انتظار ہوتا ہے۔ اور ہفتہ میں جو ایک دن ناغہ کا ہوتا وہ بہت زیادہ شاق گزرتا ہے۔ محترم و مکرم ایڈیٹر صاحب! ایک اہم بات اور یاد آ گئی کہ آپ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطبات میں بیان فرمودہ ہدایات اور حقائق کی یاددہانی بھی اپنے اداریوں میں کرواتے ہیں تو ایسے اداریوں کو پڑھ کر ڈھیر ساری دعائیں آپ کے لئے دل سے نکلتی ہیں۔ وہ جو ہماری سپر ہے، ہماری ڈھال ہے۔ اس کے ارشادات کو جانے بغیر ہم کیونکر ظلمات کے پردے چاک کر سکتے ہیں۔ کیونکر زہر آلود تیروں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ امام در حقیقت تو وہ حاذق طبیب ہوتا ہے جس کا ہاتھ قوم اور زمانہ کی نبض پر ہوتا ہے اسے خبر ہے کہ اس موسم میں اس مرض کے لئے کیا احتیاطی تدابیر کارگر ہیں اور اس مریض کو کس قسم کے پرہیز اور دوا کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم سب کو انتہائی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہماری کوئی جماعت، کوئی حلقہ اور کوئی گھرانہ امام ہمام ایدہ اللہ الودود کے خطبات اور ہدایات سے محروم نہ رہے کہ اس کے بغیر ہماری جماعتی زندگی کا قبلہ درست نہیں رہ سکتا، ہم یک جہتی کے ساتھ اس سمت کی طرف پیش قدمی نہیں کر سکتے جس سمت پیش قدمی کرنا ہماری ترقی اور بقا کیلئے ضروری ہے۔ اللہ ہمیں اس کی توفیق دے اور ہمیں ایک ایسا لائحہ عمل تیار کرنے کی توفیق دے کہ ہماری جماعتی ترجمان الفضل کی اشاعت کم از کم پچیس ہزار روزانہ ہو جائے خدا کرے۔

خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو حضرت اقدس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آپ کا خط ملا

مکرم سید شمشاد احمد ناصر صاحب مربی سلسلہ امریکہ

کل رات حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کیسٹ خطبہ جمعہ فرمودہ ۳ فروری ۱۹۸۹ء سنی۔ آپ کو بہت بہت مبارک ہو حضور نے آپ کی نظم کا ذکر فرمایا اور پسند فرمائی۔ اللہ کرے وہ ساری دعائیں عند اللہ مقبول ہو جائیں۔ اس عریضے کا مقصد آپ کو مبارکباد ہی دینی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہت بہت مبارک فرمائے

ساتھ ہی یہ سن کر افسوس ہوا
کہ حکومت پنجاب ربوہ میں احمدیوں
کو صد سالہ جوبلی کی خوشیاں منانے نہیں
دے گی۔ اللہ تعالیٰ وہ سامان جلد پیدا
فرمائے جب ساری رکاوٹیں دور ہو جائیں
اور جماعت اور امام جماعت کو ہر قسم کی
خوشیاں نصیب ہوں۔ ان کے دل اور
سینے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔

رسالہ تحریک جدید بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے چل رہا ہے۔ جماعت کے دوست بھی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خصوصاً انگریزی والے حصہ میں جہاں حضور انور کے خطبات کا انگریزی ترجمہ ہوتا ہے

یہاں پر بھی جوبلی کی تیاریاں زوروں پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ بابرکت فرمائے۔ یہاں ڈیٹن میں اخباروں کے ساتھ رابطہ رکھا ہوا ہے ایک اخبار ڈیٹن ڈیفنڈر ہمارے مضامین بھی شائع کر رہا ہے۔ اب جوبلی کے بارے میں بھی مضامین آ رہے ہیں۔ ایک شائع ہو چکا ہے اور فروری کے آخر میں ایک جوبلی کے بارے میں اشتہار اور آرٹیکل بھی آ رہا ہے جو پہلے کا مضمون ہے وہ آپ کو بھجوا رہا ہوں۔ باقی پھر بھجواؤں گا۔ اور اب رات کا خطبہ سن کر دل میں خیال آیا ہے کہ جوبلی کا اگلا اشتہار جو مارچ میں شائع ہوگا۔ اس میں خصوصیت کے ساتھ یہ ذکر کروں گا کہ تمام دنیا کے احمدیوں کو جوبلی جشن تشکر مبارک ہو خصوصاً پاکستان کے احمدیوں کو۔

خاکسار کے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ بہتر رنگ میں خدمت دین کی توفیق دے۔ قبول بھی فرمائے۔ انجام بخیر ہو

صوبیدار عبدالمنان دہلوی ـــ ربوہ

گزارش ہے کہ کافی انتظار کے بعد الفضل سے فیض یاب ہونے کا موقعہ میسر آیا ہے ع تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی ہے

سو عرض ہے کہ جس دن الفضل کا ناغہ ہوا کرے اس سے ایک دن قبل کی اشاعت میں ناغہ کا اعلان فرما دیا کریں شکریہ!

یہ خوشی کی بات ہے کہ روزانہ علی الصبح نماز فجر اور تلاوت قرآن پاک کے معاً بعد الفضل مل جاتا ہے جس سے دین و دنیا کی حالات کی سیر ہو جاتی ہے اور تقویت ایمان کا باعث، بہت سے مضامین ..... سے بھرپور ہوتے ہیں

بالفرض اطلاع کئے بغیر ناغہ آ جائے تو دل تڑپ کر رہ جاتا ہے۔ اس وقت جو دلی کیفیت ہوتی ہے وہ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ میں تو صرف اپنی ہی دلی کیفیت بیان کر رہا ہوں۔

مکرم نذر محمد نذیر صاحب گولیکی
دفتر جلسہ سالانہ ـــ ربوہ

یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ اپنی ذات کے متعلق زیادہ تعریف وغیرہ اپنی بے نفسی کی وجہ سے پسند نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ لیکن یہ تو آپ کے اختیار میں نہیں ہے کہ الفضل کو دلکش بنانے میں جو اعزاز آپ کو حاصل ہے اور جو دعائیں ہم آپ کے لئے کرتے ہیں اس کا اظہار نہ کریں۔

الفضل کے دسترخوان پر ایک درجن سے زیادہ قسم کے پُرلطف کھانے سجے ہوتے ہیں۔ صبح صبح چھپتا چھپتی الفضل آتے ہی شروع ہو جاتی ہے۔

الفضل کا ایک ایک مضمون پڑھے بغیر چین نہیں آتا اور آپ کے لئے دعائیں نکلتی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے الفضل کی زبان کو اتنا پیارا بنا دیا ہے کہ گفتگو کے رنگ میں مضمون بہت دلچسپ ہو جاتا ہے۔ اتنی آسان اور گفتگو کے رنگ والی تحریر بہت مقبول ہو رہی ہے۔ اب تو پیارے آقا نے بھی بہت پیارا سرٹیفکیٹ آپ کو دیا ہے کہ آپ کانٹوں میں کھیلنا جانتے ہیں۔ بہت بہت لمبی عمر اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے اور صحت بھی دے۔

مکرمہ مسرت نور صاحبہ ـــ ربوہ

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا اخبار الفضل پھر سے جاری فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اپنا پیارا اور بہت ہی پیارا اخبار الفضل ہر روز پڑھتی ہوں ایک بار نہیں بلکہ کئی بار پڑھتی ہوں۔ ایک ایک لفظ پڑھتی ہوں مگر پھر بھی دل نہیں بھرتا۔ دل چاہتا ہے کہ یہ پیارا اخبار میری جان، میرے دل کا ٹکڑا کبھی ختم نہ ہو، اتنا لمبا ہو جائے کہ ہم پڑھتے پڑھتے تھک جائیں۔ مگر ہمارا پیارا اخبار الفضل کبھی ختم نہ ہو اور ہمارے پیارے امام کے دل ہلا دینے والے خطبے اور قارئین کے دلکش مضمون اور مکرمی نسیم سیفی صاحب کی نظمیں ہمارے پیارے اخبار کی زینت بنی رہیں۔ میں ایک دن اخبار پڑھتی ہوں تو دوسرے دن کے اخبار کا بڑی بے قراری سے انتظار ہوتا ہے

مکرم نذیر احمد خادم صاحب
چک ۱۸۴ ـ آر ـ ضلع بہاولنگر

ہلکے پھلکے، عام فہم اور بے تکلف انداز میں اور سادہ و آسان الفاظ میں لکھنا ہر کسی کے بس اور بساط میں نہیں ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے کہ آپ اس کے فضل اور توفیق سے نئے سے نئے موضوعات پر اس سادگی و روانی سے اپنے قارئین سے محو گفتگو ہوتے ہیں جیسے بالمشافہ گفتگو چل رہی ہو جیسے سن کر ہم سامعین ہوں۔ ہاں کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں یعنی وہی "ہنگورا" والی بات سہل ممتنع کی اصطلاح آپ کے قطعات و منظومات پر تو صادق آتی ہی ہے۔ آپ کی تحریر پر بھی برابر چسپاں ہوتی ہے۔ اللہ آپ کی عمر و صحت، ذہن، فکر اور قلم میں مزید اور بہت برکت بخشے اور سلسلہ کے جملہ اہل علم و قلم کو بھی اس انداز تحریر کو اپنانے کی توفیق دے کہ بلاشبہ یہ ہادی برحق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی پیروی ہے جو اقلیم علم و دانش اور حکمت کے سردار و شہنشاہ اور "امی و در علم و حکمت بے نظیر" تھے کہ لوگوں سے ان کی عقل و فہم کے مطابق بات کیا کرو ـــ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے والوں کا یہ طرۂ امتیاز ہے کہ وہ ہر قسم کے تکلف و تصنع سے کوسوں دور ہوتے ہیں۔ سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کے ارشادات جن سے آپ روزانہ بڑے التزام کے ساتھ الفضل کو بلکہ الفضل کے صفحہ اول کو زینت دیتے ہیں، ان ارشادات کا لفظ لفظ دل میں اترتا چلا جاتا ہے اور دل میں ایک پاک تغیر پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔ کشتی نوح میں "ہماری تعلیم" کا حصہ اگر انسان ساری زندگی بھی پڑھتا رہے تو ہر بار ایک نیا لطف ایک نیا سرور حاصل ہوتا ہے۔ یہ تو ایک مثال ہے درحقیقت آپ کی تمام کتب کا یہی عالم ہے۔ مدیر محترم! جب آپ الفضل میں احمدی احباب سے یوں مخاطب ہوتے ہیں کہ:۔

"اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ آج کل آپ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی کونسی کتاب مطالعہ کر رہے ہیں تو کہیں آپ کو یہ تو نہیں کہنا پڑے گا "کوئی خاص تو نہیں" کوئی نہ کوئی کتاب ضرور زیر مطالعہ رکھیے تو یقین جانیے مجھ ایسے غافل کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے کہ جو چیز ہمارے لئے آب حیات ہے، ہم زندگی کی تھپیتیوں کو سیراب کرنے والے اس آسمانی پانی سے محروم رہ کر کیسے اپنی روحانی زندگی کو قائم رکھ سکتے ہیں۔ میں تو یہ کہوں گا کہ اگر کم از کم ہم الفضل میں روزانہ چھپنے والے ارشادات عالیہ ہی باقاعدگی سے پڑھنا شروع کر دیں بلکہ گھر کے افراد کو بھی پڑھ کر سنانا شروع کر دیں تو یقیناً ایک پاک تبدیلی اور علم و عمل کا بیش بہا خزانہ ہمیں میسر آ جائے گا۔ اگر مثلاً یہ ارادہ کر لیا جائے ہم کبھی ان ارشادات کو پڑھے یا سنائے بغیر سوئیں گے نہیں اور صرف دو اڑھائی منٹ میں پڑھے جانے والے ان ارشادات کے پڑھنے اور سنانے میں کوئی ناغہ نہ آنے دیں گے تو ہم دیکھیں گے کہ دین و دنیا کی کیسی کیسی برکتیں ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہاں تو مدیر محترم! بات ہو رہی تھی آپ کے رواں دواں قارئین سے بولتے اور باتیں کرتے ہوئے اداریوں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ رنگ آپ پر حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں کی تحریروں کو متواتر اور بکثرت پڑھنے سے ہی چڑھا ہے۔ دراصل سلسلہ احمدیہ کے علمائے کرام کا تو یہ بنیادی وصف ہے۔ اللہ ہم میں سے ہر ایک کو حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اور آپ کے جانشینوں کی کتب، تفاسیر

باقی صفحہ ۵ پر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فلسفہ رمضان

۱۔ مکرم شیخ نور احمد صاحب منیر تحریر فرماتے ہیں۔

مذاہب عالم میں روزہ کی فرضیت مسلمہ ہے۔ ہر مذہب کے روزہ میں فرق ہے اس کے احکام و شرائط الگ الگ ہیں اس کے ضابطہ اور روزوں کی تعداد مختلف ہے اور روزہ کا رواج تمام ادیان میں موجود ہے جو آجتک جاری و ساری ہے لیکن دین حق کے روزے جو رمضان میں رکھے جاتے ہیں منفرد نوعیت کے ہیں اور وہ معاشرتی۔ اخلاقی اور اجتماعی افادیت و اہمیت کے حامل ہیں۔ صالح معاشرہ کے قیام میں یہ روزے بڑا کردار ادا کرتے ہیں۔ رمضان کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ انسانی جسم کے اندر اس ماہ مبارک کے روزے ایمانی حرارت میں اضافہ کرتے ہیں اور غیر معمولی طور پر اخلاق حسنہ میں ممد ہوتے ہیں عربی زبان میں رمضان کے معنے سورج کی گرمی اور پتھروں کی گرمی کے ہوتے ہیں۔

ہر سال ایک مہینہ میں روزے رکھے جاتے ہیں اور یہ رمضان کا مہینہ کہلاتا ہے۔ حضرت امام غزالی کے نزدیک رمضان کی ایک وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس کی گرمی سے گناہ جل جاتے ہیں اور بھسم ہو جاتے ہیں۔

● روزے کا پہلا تعلق ایک روزہ دار سے یہ ہے کہ یہ احکم الحاکمین خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے اور یہ بطور فرض کے ہے اسکے احکام۔ تقاضے اور مطالبات میں خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا پائی جاتی ہے اور ان احکام کی اتباع میں ہی ماحول بابرکت ہوتا ہے۔

● روزہ کی دوسری افادیت اپنے اندر اجتماعی ٹریننگ سے ہے جس میں اپنی مرضی اور خواہش کا دخل نہیں ہے بلکہ وقت مقررہ پر سحری کا کھانا ہے اور وقت مقررہ پر ہی افطاری کرنی ہوتی ہے اور روزہ دار اس عرصہ میں پابند ہے کہ باوجود پیاس کی شدت کے وہ مشروبات نفیسہ اور لذیذہ نہیں پی سکتا اور بھوک کی حالت میں وہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ یہ کیوں؟ یہ فقراء۔ مساکین اور غریب و نادار طبقہ کے جذبات و احساسات اور حقوق العباد کی ترجمانی ہے۔ امراء کو بھوک اور پیاس کے ذریعہ اس المناک احساس کا تجربہ روزہ کی پابندی کے ذریعہ کروایا جاتا ہے۔ یہ پیاس اور بھوک انسانی ضمیر کو وعید کے رنگ میں توجہ دلاتی ہے کہ قوم کے فقراء کا خیال رکھو ان کے بھی پیٹ ہیں اور وہ بھی تمہاری طرح کھانے کے محتاج ہیں۔ یتامیٰ اور بیوگان جن کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ جو نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ جن کی زندگی کے سہارے شہر خموشاں میں دائمی نیند سو رہے ہیں اور وہ غریب اور محتاج رشتہ دار جن کا تعلق تم سے رحمی ہے مگر ان کی حالت کمزور ہے اور تمہاری مالی اور اقتصادی حالت اچھی ہے۔ بلاشبہ روزہ کی حالت میں یہ روحانی فاقہ ایک انقلابی قدم اور تحریک ہے جو معاشرہ میں باہمی اعتدال و محبت، اخوت و مساوات امیر اور فقیر کے درمیان تعلقات میں ممد ہے اور حقوق العباد کی طرف توجہ کو مائل کرتا ہے۔ جس معاشرہ میں غریب پروری کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے وہاں بغاوت کی آگ سے شعلے بھڑکتے ہیں۔ امراء اور ارباب حل و عقد کے خلاف نفرت اور کدورت کے جذبات جنم لیتے ہیں وہاں گھیراؤ اور جلاؤ کے واقعات رونما ہوتے ہیں اور معاشرہ ناخوشگوار کیفیت پیش کرتا ہے۔ وہاں مسرت کی بجائے عداوت اور مخاصمت کی فضا پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۔ مکرم کلیم احمد صاحب قریشی۔ راولپنڈی لکھتے ہیں۔

رمضان رمض سے نکلا ہے جس کے معنی عربی زبان میں جلن اور سوزش کے ہیں۔ خواہ وہ جلن دھوپ کی ہو یا بیماری کی۔ اس لئے رمضان کا مطلب یہ ہوا کہ ایسا موسم جس میں سختی کے اوقات اور ایام ہوں۔

رمضان کا مہینہ ان مقدس ایام کی یاد دلاتا ہے جن میں قرآن کریم جیسی کامل کتاب کا دنیا میں نزول ہوا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اسکی برکت کے دروازے کھولنے والے دن جب دنیا کی گھناؤنی شکل اس کے بدصورت چہرے اور اذیت پہنچانے والے اعمال سے تنگ آکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جاکر اور دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑاتے تھے۔ اسی تنہائی کی حالت میں آپ پر رمضان کا مہینہ آگیا۔ روایات کے مطابق چوبیسویں رمضان کو خدا تعالیٰ نے حکم دیا جاؤ اور دنیا کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ اور فرمایا کہ تم مجھے تنہائی اور غار حرا میں ڈھونڈتے ہو مگر میں تمہیں مکہ کی گلیوں اور انکے شور و شغب میں ملونگا۔ جاؤ اور اپنی قوم کو پیغام پہنچا دو کہ تمہیں ادنیٰ حالت میں پیدا کر کے اور پھر ترقی صرف اس لئے نہیں دی کہ تم کھاؤ، پیو اور مر جاؤ اور تم سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے اسے (قرآن پاک کو) رات کو اتارا۔ اور رات تاریکی اور مصیبت پر دلالت کرتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ الہام کا نزول تکالیف اور مصائب کے ایام میں ہوا کرتا ہے۔

جب تک کوئی قوم مصائب اور شدائد سے دوچار نہیں ہوتی۔ جب تک اس کے دن راتیں نہیں بن جاتے۔ جب تک وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے تکلیف نہیں اٹھاتی۔ جب تک انسانی جسم اندر اور باہر سے مصیبت نہیں اٹھاتا اس وقت تک خدا تعالیٰ کا کلام اس پر نازل نہیں ہوتا۔ اس ماہ کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہی بتایا ہے کہ اگر تم اپنے اوپر کلام الٰہی کا دروازہ کھولنا چاہتے ہو تو ضروری ہے تکالیف اور مصائب میں سے گزرو۔

۳۔ مکرم طارق محمود صاحب نے لکھا ہے۔

— قرآن کریم میں جہاں روزوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں اس کے ساتھ ہی قبولیت دعا کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کا قبولیت دعا کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ کیونکہ جب بندہ خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی جوش میں آتی ہے اور وہ اپنے بندے کی دعاؤں کو خاص طور پر قبولیت سے نوازتا ہے۔

— روزہ سے تزکیہ نفس ہوتا ہے اور کشوف و الہامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ کیونکہ رمضان کے بابرکت ایام میں عبادت اور ذکر الٰہی کی کثرت سے توفیق ملتی ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے عشق میں مست ہو کر اپنی بہت سی جائز ضروریات اور خواہشات کو بھی محض اسکی خاطر ترک کر دیتا ہے۔ صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ مہینہ تنویر قلب کیلئے عمدہ مہینہ ہے اور اس ماہ میں کثرت سے مکاشفات ہوتے ہیں۔

— رمضان میں کثرت سے نوافل ادا کرنے کی توفیق ملتی ہے اور تراویح اور تہجد کے ذریعہ سے انسان خدا تعالیٰ کے پسندیدہ بندوں میں شامل ہو جاتا ہے۔ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف کی شکل میں خدا تعالیٰ کی خاطر مخلوق سے کامل قطع تعلق اور خالص تبتل الی اللہ کی توفیق ملتی ہے اور لیلۃ القدر میں روزہ دار خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے انوار کی بارش اپنے اوپر ہوتے ہوئے دیکھتا ہے اور روحانی سرور کے اعلیٰ مدارج کے حصول کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

۴۔ مکرم منصور احمد ابن بشیر احمد صاحب سنت نگر لاہور اپنے مضمون میں لکھتے ہیں۔

اعتکاف اور لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں ایک خاص عبادت اعتکاف میسر آتی ہے۔ یہ ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان صرف خدا کی طرف متوجہ رہتا ہے اور دنیاوی علائق سے بے نیاز ہو کر صرف یاد خدا میں مشغول رہتا ہے۔ اور سارا وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں گذارتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے اور وصال تک آپ کا یہی معمول رہا۔ اس کے بعد آپ کی ازواج مطہرات بھی ان دنوں اعتکاف بیٹھتی تھیں۔ (حدیقۃ الصالحین صـ۶۴)

اعتکاف بیٹھنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کا تحفہ بھی مقدر کیا ہے۔ جو دراصل ایک قبولیت دعا کی گھڑی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی التجاؤں اور فریادوں اور دعاؤں کو خاص طور پر شرف قبولیت بخشتا ہے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ جو اپنی عبادت و ریاضت اور پورے انہماک سے اپنی ہستی کو خدا تعالیٰ کی ہستی میں گم کر دیتے ہیں اور لیلۃ القدر کی سعادت ان کے حصے میں آتی ہے۔ ایسی رات جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اور اس رات کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کا درجہ رکھتی ہے۔ جو شخص لیلۃ القدر تلاش کرنا چاہتا ہے وہ رمضان کی آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرے۔ اور جس شخص کو میسر آجائے وہ ایک حدیث کے مطابق یہ دعا مانگے کہ اے میرے خدا تو بخشنے والا ہے بخشش کو پسند کرتا ہے مجھے بخش دے اور میرے گناہ معاف کر دے۔" (حدیقۃ الصالحین صـ۱۶۴، ۱۶۵)

روزہ افطار کرانا باعث ثواب ہے کسی شخص کا روزہ افطار کرانا بہت ثواب کا موجب ہے۔ چنانچہ زید بن خالد بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کسی کا روزہ افطار کروائے گا اس کو روزہ رکھنے والے کے برابر ثواب ملے گا کہیں اس سے روزے دار کے ثواب میں کمی نہیں آئے گی۔

(حدیقۃ الصالحین صـ۱۹۰)

۵۔ مکرم مرزا عبدالحی صاحب چغتائی ابن مکرم مولانا رشید احمد صاحب چغتائی (مربی سلسلہ) لکھتے ہیں۔

روزہ کا ایک پہلو کم کھانا اور کم سونا جسمانی اور روحانی لحاظ سے دونوں کیلئے مفید ہے۔ کیونکہ زیادہ کھانے سے نیند کا غلبہ ہوگا اور عبادت میں بھی کمی آئے گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک بھوکے کا شکم ستر عاقل عابدوں سے زیادہ محبوب ہے۔ ایک اور روایت میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ تم اپنے شکموں کو بھوکا رکھو اپنے جگر کو پیاسا اور اپنے جسموں کو عیز آراستہ رکھو تاکہ تمہارے دل اللہ تعالیٰ کو دنیا میں ظاہری طور پر دیکھ سکیں

— بھوک برداشت کرنے کا بہترین طریقہ روزہ ہے اور پھر تو یہ حقیقت طے شدہ ہے کہ بھوک برداشت کئے بغیر رموز معرفت حاصل نہیں ہو سکتے۔ کم کھانے سے عبادات کا صحیح لطف آتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

واقفینِ نو

۱۔ سیف الحکیم ابن مکرم عبدالعزیز صاحب
دارالیمن۔ ربوہ

۲۔ رانا شاہد احمد خان
ابن مکرم رانا منیر احمد خان صاحب
محلہ نصیر آباد عزیز۔ ربوہ

۳۔ سلیمہ راحت
بنت مکرم راجہ محمد صادق صاحب
محلہ دارالشکر۔ ربوہ

سرزمین قادیان کا اوّلین
مشہور دواخانہ
۱۹۱۱ء سے مصروفِ خدمت
گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

احمدیت کی دوسری صدی کی
پہلی بابرکت عید کے موقع پر
احباب جماعت کی خدمت میں
دلی مبارکباد
کیور ٹیو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ
ربوہ
فون سیلز — کلینک — رہائش ڈاکٹرز
۶۰۷ — ۶۰۶ — ۷۷۱

ایک بابرکت موقع — ایک تاریخی دن
فتوحات کی صدی کے آغاز پر پہلی عید مبارک ہو
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ پوسٹ بکس ۶۰
فون ۶۳۴

نئی صدی کے آغاز پر خاص
دعاؤں کے ساتھ
ائرکنڈیشنڈ ہال
لذیذ چرغہ ہاؤس
خواتین کے لئے پردہ کا انتظام
کھلے لان میں بھی بیٹھنے کا
انتظام ہے
چوہدری محمد سلیم
فون - ۸۰۱ - ۹۱۸

دوسری صدی کی پہلی
عید الفطر
احباب کرام کو مبارک ہو
حکیم انوار احمد جان
دواخانہ حکیم نظام جان
چوک گھنٹہ گھر
گوجرانوالہ فون ۳۹۹۷، پوسٹ بکس ۲۲۲

اللہ تعالیٰ
آپکو احمدیت کی دوسری صدی کی
پہلی عید مبارک کے
عید مبارک
ہر دم آپکے حافظ و ناصر ہوں۔ آپکے گھرانے کو اپنی
بے شمار رحمتوں اور برکتوں سے معمور رکھیں اور
حضورِ پُرنور کے وطن تشریف لانے کیلئے راہیں صاف فرمائیں
منجانب
مشہور دواخانہ رجسٹرڈ
گوجرانوالہ، ربوہ، قلعہ کالر، ملتان، کراچی

ضرورت الیکٹریشن
ایک الیکٹریشن کی ضرورت
ہے۔ جس کی تعلیم کم از کم میٹرک
ہو۔ جو وائرنگ اور موٹر وائنڈنگ
کا کام جانتا ہو۔ تنخواہ ۱۲۰۰/- ماہانہ ہوگی۔
اسکے علاوہ دو سیلز مینوں کی
بھی ضرورت ہے۔ جنکی تعلیم
کم از کم میٹرک ہو اور اردو کی
لکھائی اچھی ہو انکی تنخواہ بھی
۱۲۰۰/- روپے ہوگی۔
میاں بھائی فون: ۲۲۳۳۷۲ / ۲۲۳۳۷۳
۱۰۔ منٹگمری روڈ۔ لاہور

اعلیٰ اور معیاری صابن
پری سوپ
تیار کردہ
کریم سوپ فیکٹری ستیانہ روڈ۔ فیصل آباد